تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 4

مارچ، اپریل 2014ء

شمارہ: 3-4

ایڈیٹر: مقصود الحق

نائب ایڈیٹر: آصف علی پرویز، رانا عبد الرزاق خاں

مینیجر: سید نصیر احمد

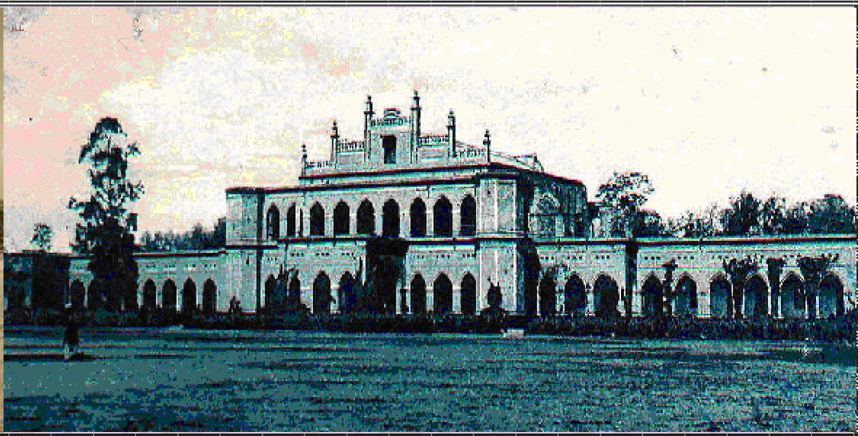

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی
مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر
upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ
شمارے دیکھنا چاہیں تو
Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا
مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی
آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

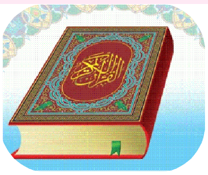

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔ (النحل:۱۲۹)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ۔

ترجمہ: اللہ اُس انسان سے محبت کرتا ہے جو تقویٰ شعار، بے نیاز اور گوشہ نشینی اختیار کرنے والا ہو۔ (مسلم کتاب الزہد)

کلام الامام

✿ صحیح فراست اور حقیقی دانش ..... کبھی نصیب نہیں ہوسکتی جب تک تقویٰ میسر نہ ہو۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۶)

✿ حقیقی راحت اور لذت کا مدار تقویٰ پر ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۲۱)

✿ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۷)

کلام الامام - امام الکلام

وہ آیا، منتظر جس کے تھے دِن رات
معمہ کھل گیا، روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو، چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سُنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام کو چھوڑو، ورنہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے۔‘‘ (از خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005)

(۲۳ مارچ، یومِ مسیح موعود کی مناسبت سے)

رحم کی تعلیم

میاں (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے انکو دیکھ لیا اور فرمایا:

’’میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔‘‘

✿

تربیتی کہانیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بچوں کو تربیتی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ایک برے بھلے آدمی کی کہانی سنایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

’’اچھی کہانی سنا دینی چاہئے اس سے بچوں کو عقل اور علم آتا ہے۔‘‘

✿

مہمان کا اکرام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیت الفکر میں لیٹے ہوئے تھے اور میں (یعنی حضرت مولوی عبد اللہ سنوری رضی اللہ عنہ) پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا:

’’آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔‘‘

✿

قیامت تک کھیلی جانے والی کرکٹ

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مقابلہ میں اعجاز المسیح لکھ رہے تھے، ۱۵ فروری ۱۹۰۱ کو مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے طلبہ کا کرکٹ میچ ہوا۔ بچوں کی خوشی بڑھانے کے لئے بزرگ بھی شامل ہو گئے، کھیل کے لئے نہیں بلکہ نظارہ کھیل کے لئے اور فیلڈ میں چلے گئے۔ حضرت اقدسؑ کے ایک صاحبزادہ نے بچپن کی سادگی میں کہا کہ ابا تم کیوں کرکٹ پر نہیں گئے۔ حضور انورؑ نے جواباً فرمایا:

’’وہ تو کھیل کر واپس آ جائیں گے، مگر میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا۔‘‘

حضورؑ بچوں کو اس قسم کے کھیلوں میں شامل ہونے سے کبھی نہیں روکتے تھے بلکہ پسند فرماتے تھے۔

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے سالانہ عشائیہ کے موقعہ پر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

(یہ احمدیہ نہیں بلکہ) تعلیم الاسلام کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اس لئے قائم کی گئی تھی (احمدیہ میں نے غلطی سے کہہ دیا، اس میں تمام طالب علم شامل ہیں چاہے احمدی ہیں یا غیر از جماعت ہیں) تا کہ ایک مل بیٹھنے کا موقع میسّر آ جائے سال کے مختلف وقتوں میں ان ممبران کو اور پرانی یادیں تازہ کر سکیں اور پرانی یادیں تعلیم الاسلام کالج کے جو مختلف دور گزرے ہیں، ان کی جو یادیں ہیں مختلف طلباء سے وابستہ ہیں اور وہ اپنے اپنے دور کی جب یادیں اکٹھے بیان کریں تو ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں بزرگ اساتذہ کے لئے دعائیں بھی نکلتی ہیں اور ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے، پس ایک مقصد یہ تھا جس کیلئے مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کہا ضرور بنائیں یہ ایسوسی ایشن۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک نیک مقصد کے لئے یہ ایسوسی ایشن قائم کی گئی تھی نہ کہ کسی قسم کا سیاسی اکھاڑہ بنانے کے لئے۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ بھی مطالبہ آیا میرے پاس کہ اس سال ہمارے کالج کے الیکشن ہماری ایسوسی ایشن کے الیکشن ہونے ہیں، اس لئے کنویسنگ کی بھی اجازت دی جائے۔ میں نے اس تجویز کو رد کر دیا تھا۔ اسلئے کہ ایک دوستانہ ماحول میں ایک ایسوسی ایشن بنائی گئی تھی جس میں آپس میں لوگ مل بیٹھیں اور اپنی ایک انتظامیہ منتخب کر لیں، نہ کہ کنویسنگ کی جائے، کسی کے حق میں لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جائے، کسی کے خلاف بولا جائے اور پھر اس طرح رنجشیں پیدا ہونگی، محبتیں اور پیار نہیں پنپیں گے۔ پس اس لحاظ سے ہمیشہ ہمیں خیال رکھنا چاہیئے۔

بعض جو بعد کی پیداوار ہیں طلباء، وہ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پرنسپل شپ کے زمانے میں کالج میں وقت نہیں گزارا، بلکہ بعد میں وقت گزارا خلافت پر جب آپ متمکن ہوئے، اس کے بعد مختلف پرنسپل صاحبان آتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی ایک احمدی کا جو کردار ہے اس کو، یا جماعت کا کردار جو ہے اس کو، ہر طالب علم پر خواہ وہ احمدی تھا یا غیر از جماعت تھا اس کے اندر راسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور وہ یہی ہے کہ محبت پیار سے رہنا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ دینا۔ اس کے بعد بعض ایسے بھی ہوں گے جو بعد کے دور کے بعد جب کالج قومیائے گئے، اس وقت وہاں پڑھتے رہے، اس وقت وہاں ایک ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا جس کو ایک احمدی ماحول تو بہر حال نہیں کہا جا سکتا بلکہ سیاست اور مخالفت، احمدیوں کی مخالفت، اساتذہ کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں، اس طرح کا ماحول تھا۔ تو بہر حال شاید اس ماحول میں پلنے بڑھنے والے اور پڑھنے والے جو سٹوڈنٹس تھے انہیں شاید خیال آیا ہو کہ ہم اس طرح کا ایک رنگ دے دیں اس ایسوسی ایشن کو، تو اس لئے یہ رنگ تو ہم قطعاً نہیں دے سکتے اس ایسوسی ایشن کو۔ اسلئے کنویسنگ کا تو سوال ہی نہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ مل بیٹھنا ہے اور آپس میں تفریحی ماحول پیدا کرنا ہے۔ اس ماحول میں دنیا میں جو بوجھ مختلف قسم کے ہر انسان پر پڑے ہوئے ہیں، ان سے کسی طرح نجات حاصل کرنا، موقع پیدا کرنا ہوتا ہے کہ ہلکے ماحول میں ایک ایسا اکٹھ کیا جائے جہاں ایک دوسرے سے کھل کر باتیں بھی ہوں، ایک دوسرے کے خیالات بھی سنے جائیں اور تھوڑی بہت enjoyment بھی ہو جائے۔

لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے ہمیں کہ تفریح اور بے تکلفی کی بھی کچھ حدود ہیں، کچھ روایات ہیں۔ جو جماعت کی روایات تھیں وہ کالج میں بھی قائم رہیں، خواہ کالج میں پڑھنے والا احمدی تھا یا غیر احمدی۔ ہمارے اندر وہ ماحول بے تکلفی کا پیدا نہیں ہوتا جس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کچھ لیڈر جمع تھے ایک جگہ اور وہاں باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنا بوجھ اور اتنی ٹینشن اور تکلفات میں ہم پڑے ہوئے ہیں کہ آپس کی باتیں بھی ہماری تکلف بن کر رہ گئی ہیں اسلئے آج کی میٹنگ جو ہے، آج کا بیٹھنا جو ہے اسمیں بے تکلفی کا ماحول ہونا چاہئے اور اس میں بے تکلفی کی تعریف جو ہر ایک نے کی اپنے مطابق تو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ ایسی بے ہودگی شروع ہوگئی وہاں کہ ایک دوسرے پر پھل اٹھا کر پھینکنے شروع کر دیئے ایک دوسرے پر، ایک دوسرے کے خلاف گندے الفاظ استعمال کرنے لگے، مذاق اوچھے قسم کے ہونے لگے، تو ایسی بے تکلفیاں ہمارے ماحول میں نہیں ہوتیں۔ وہ سب بڑے پڑھے لکھے اور قوم کے لیڈر کہلانے والے لوگ تھے۔ تو غیروں کی بے تکلفی کے تو یہ معیار ہیں۔

جبکہ ہماری بے تکلفی کا معیار بے تکلفی کے باوجود وقار کا احساس دل میں رکھتے ہوئے ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کی عزت اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے ہونا چاہئے۔ پس یہ بے تکلفیاں ہیں جو ہم پیدا کر سکتے ہیں اپنی ایسوسی ایشن میں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا اب انتخاب ہونے ہیں اس سال، تو آپ کے موجودہ صدر صاحب جو ہیں انہوں نے ایک بڑی اچھی تجویز دی ہے اور میں نے اس پر ان کی تجویز پر صاد کیا ہے، کہ صدر جو ہے وہ 6 سال کی مدت کیلئے زیادہ سے زیادہ مقرر کیا جائے اور کیونکہ ان کو 6 سال ہو گئے ہیں، اسلئے ان کا نام تو اس دفعہ پیش نہیں ہوگا۔ تو اس دفعہ الیکشن جو ہے اس میں آپ نیا صدر اس دفعہ اپنا چنیں گے۔ لیکن باقی عہدیداران جو ایسوسی ایشن کے چنے

جاتے ہیں میرے خیال میں ان کیلئے کسی وقت کی حد معیّن کرنے کی ضرورت نہیں، صرف صدر کیلئے ہی کافی ہے یہ حد۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ احمدی ہی عہدیدار منتخب ہو۔ اگر کوئی غیر از جماعت ایسا ہے، ہماری ایسوسی ایشن کا جو ممبر بنتا ہے تو وہ بھی منتخب ہوسکتا ہے۔ لیکن ان شرائط کے ساتھ جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعتی نظام اور جماعتی وقار کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ یہ اس کو بھی پتہ ہونا چاہئے اور ایسوسی ایشن کے جو قواعد ہیں ان میں ان باتوں کا ذکر ہے ان کے اندر رہتے ہوئے کوئی بھی شخص جو تعلیم الاسلام کالج میں پڑھا ہو کوئی بھی اس ایگزیکٹو باڈی کا ممبر بن سکتا ہے۔ اور وہ باتیں یہی ہیں کہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہوں ایسوسی ایشن کو ان باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے، ان اقدار کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے جو تعلیم الاسلام کالج کی اقدار رہی ہیں۔ دین کی باتیں تو بے شک ہوں۔ لیکن یہاں کبھی بھی ایسی باتیں ہلکے سے اشارے سے بھی نہیں ہونی چاہئیں جس سے کسی قسم کا اختلافی مسئلہ پیدا ہوسکتا ہو۔ خدمت انسانیت کے حوالے سے باتیں ہوں علاوہ ہلکی پھلکی باتوں کے اور جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا رپورٹ میں تعلیمی امداد کا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظارت تعلیم ربوہ کو یہ تعلیمی امداد بھجوائی جاتی ہے ایسوسی ایشن کی طرف سے براہ راست یہ بھیجتے ہیں وہاں اور وہاں کئی طالب علموں کو فائدہ ہوتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر بھی پروگرام ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں ایسے پرانے طالب علم ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے آسودہ حالی میسر فرمائی ہے۔ اسلئے اگر ایسے پروگرام جو افریقہ میں جاری ہیں مثلاً احمدیہ آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے ذریعے سے یا ہیومینیٹی فرسٹ کے ذریعے۔ ان میں بھی کبھی کبھی حصہ ڈال لیا کریں ایسوسی ایشن کے نام پر اس میں بعض ایسے پراجیکٹ ہیں وہاں جن میں آپ مکمل طور پر حصہ ڈال سکتے ہیں اس کا Display بھی ہوجائے تو ان باتوں پر بھی آپ کو غور کرنا چاہیے۔

اللہ کرے یہ ایسوسی ایشن ہر لحاظ سے کامیاب ہو اور آئندہ بھی جس وقار کو قائم رکھتے ہوئے اب تک کام سرانجام دیتی رہی ہے وہ جاری رہیں۔

''مجلس علم وعمل'' کی ماہانہ نشست

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے زیر اہتمام ''مجلس علم وعمل'' کی ماہانہ نشست کا انعقاد مورخہ یکم مارچ 2014 بروز ہفتہ عمل میں آیا۔ یہ تقریب ''بیت الفتوح'' میں بعد نماز عصر شروع ہوئی۔ تلاوت اور نظم کے بعد صدر ایسوسی ایشن مکرم مبارک

احمد صدیقی صاحب نے حاضرین محفل کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ ''مجلس علم وعمل'' کے تحت مہینے میں ایک دفعہ باہم مل بیٹھنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ آج ہم پہلی دفعہ اکٹھے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ ان شاءاللہ جاری رہے گا۔

مکرم صدر صاحب نے گزارش کی کہ تمام ممبران ایسوسی ایشن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں اپنے فرائض سرانجام دیں۔

یہ نشست انتہائی دلچسپ رہی جس میں کالج کے سابق طلبہ میں سے مکرم سیّد حسن خان صاحب، مکرم سلیم الحق خان صاحب، مکرم انور مرزا صاحب، مکرم ممتاز احمد باجوہ صاحب اور مکرم عبدالقدیر قمر صاحب نے اظہار خیال کیا اور اپنے کالج کے دَور کے دلچسپ واقعات سنائے اور ذکر کیا کہ کس طرح اس عظیم درسگاہ میں پڑھے ہوئے طلبہ آج دنیا بھر میں خدا کے فضل سے مختلف میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اس نشست کے حصہ شعرو سخن میں خاکسار نے اپنا تازہ منظوم کلام پیش کیا۔

مہمانوں میں مکرم مرغوب صدیقی صاحب، مکرم مرزا فاروق صاحب اور محمد حنیف صاحب شامل تھے۔

تقریب کے آخر میں حاضرین کی کھانے سے تواضع کی گئی۔ کُل 25 احباب نے شرکت کی۔ (رانا عبدالرزاق خاں، سیکریٹری ''مجلس علم وعمل'')

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی
نہ شب کو چاند ہی اچھا، نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی
وہ ساتھ تھا، تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

(عبیداللہ علیم)

المنار نیوز لائن

☆ سیّدنا حضرت مسیحِ موعودؑ کے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب 17 فروری 2014 کو بعمر 82 سال ربوہ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ماموں تھے۔ اللہ تعالیٰ مکرم صاحبزادہ صاحب مرحوم کے درجات بلند کرے، ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم چوہدری رشید احمد جاوید صاحب ابن مکرم چوہدری محمد علی صاحب 5 فروری 2014 کو کراچی میں بعمر 73 سال وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم موصی تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

☆ تعلیم الاسلام کالج کے ایک اور سابق طالب علم مکرم ملک بشارت الرحمن صاحب یکم مارچ 2014 کو جرمنی میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی مکرم شیخ مہر علی صاحب لدھیانویؓ کے پوتے تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زیر تعلیم رہے، کالج کی فٹ بال کی ٹیم کے ایک اچھے کھلاڑی تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

تعلیم الاسلام کالج۔نوادرات۔لمحہ فکریہ!

(پروفیسر محمد شریف خان)

مجھے ایک عزیز کی بیٹھک میں کانس پرٹکی گروپ فوٹو جس پر Lest We Forget لکھا ہوا تھا یاد آرہی ہے۔ یہ تصویر موصوف کے Training Mates کے ساتھ 1976 میں کھینچی گئی تھی۔ اس فوٹو کی ایک ایک کاپی تصویر میں نظر آنے والے ہر Cadet کے Living Room میں ضرور سجی ہوگی۔

کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک مضمون کی تیاری کے سلسلے میں تعلیم الاسلام کالج کے ایک سرکردہ پروفیسر جو اپنے مضمون میں پی ایچ ڈی تھے اور کالج کی ہر تقریب کے روحِ رواں ہوا کرتے تھے، کی تصویر کی ضرورت پڑی۔ مرحوم کے لواحقین سے درخواست کی لیکن خاندانی کاغذات سے بھی مہیا نہ ہوسکی۔ مرحوم کا پاسپورٹ بھی مرورِ زمانہ کی نظر ہو چکا تھا۔ آخر ایک گروپ فوٹو سے کاٹ کر گزارہ کیا، جو اُس خوبصورت شخصیت کی صرف ایک دھندلی سی پرچھائیں تھی۔

یہ افسوس ناک صورتِ حال ذہن میں لئے گزشتہ دنوں جب ربوہ گیا۔ سوچا خلافت لائبریری میں قائم مخزنِ تصاویر میں کالج سے متعلق تصاویر محفوظ ہونگی۔ ان تصاویر کے علاوہ مجھے تعلیم الاسلام کالج کی مجوزہ ڈبل سٹوری بلڈنگ کی اس رنگین تصویر کی بھی تلاش تھی جو پرنسپل آفس کے خوبصورت فریم میں آویزاں ہوا کرتی تھی، جسے ہم نے بارہا دیکھا ہوا تھا۔

کالج کے موجودہ پرنسپل سے پوچھا، جواب ملا من نہ دانم! ڈاکٹر پرواز صاحب نے tip دی کہ مرحوم لعل دین صدیقی کے گھر بہت سی تصاویر پڑی ہیں شائد ان میں ہو۔ بڑی امیدوں کے ساتھ مرحوم کے لواحقین سے پتہ کیا، مگر وہاں دو تین Crumpled غیر متعلقہ فوٹوز کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ مرحوم نے سالوں پہلے مجھے ایک تصویر دی تھی جس میں حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے پیچھے لعل دین نظر آرہے ہیں۔ اغلباً یہ تصویر اس موقع کی ہے جب حضرت چوہدری صاحب کالج کی کانووکیشن پر تشریف لائے تھے۔ (یہ تصویر فیس بک میں

https://www.facebook.com/pages/T-I-COLLEGE-RABWAH/114167955294154

پر دیکھی جاسکتی ہے۔)

کالج کے قومیائے جانے کے بعد اسلام پسندوں نے جس بے دردی سے ہمارے تاریخی ورثے کو برباد کرنے کی کوشش کی، بے توجہی کے باعث کھنڈر بنتی عمارت، پلاٹس میں سر چڑھتی بے محابا گھاس اور درختوں کا جنگل دیکھ کر دل کو کچھ ہوا۔ کالج ماٹو سے لیکر یونیفارم تک سب کچھ ہی تو بدل دیا گیا ہے۔

ہم نے جب وطن چھوڑا تو کالج سے متعلق اپنی یادگار تصاویر اور دستاویزات وغیرہ گلنے سڑنے کے لئے پیچھے چھوڑ آئے۔ جو کچھ لیکر آئے وہ یہاں گھر کی basements میں پڑی گل سڑ رہی ہیں۔ ہمارے بعد بچے ان کی اہمیت نہ جانتے ہوئے صفائی کر کے کوڑے میں Dump کر دیں گے۔ آپ کا کالج کا ریکارڈ کوڑے کچرے کے ڈھیروں میں چوہوں اور کیڑوں کی نظر ہو جائے گا۔ تاریخ کا ایک ورق نابود ہو جائے گا۔ اور جب آپکا پوتا یا پوتی اپنے والدین سے آپ (دادا یا نانا) کے بارے میں سکول کے projects مکمل کرنے کے لئے سوال کرے گا تو اُن کے پاس شیئر کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوگا۔

اسی خدشے کے پیشِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے بچوں کے نام اپنے اجداد کے نام پر رکھنے اور اپنی خاندانی تاریخ کی حفاظت لکھ کر کرنے کی بار بار تلقین فرماتے رہے۔ دنیا کے ہر کلچر میں خاندانی تاریخ کی بہت اہمیت ہے۔

کچھ عرصہ ہوا مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب نے جرمنی میں الومنائی کے انتظام کے تحت یہ نوادرات محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ مجوزہ سوینئیر کا کچھ عرصہ چرچا رہا۔ یہ Project کس حد تک کامیاب رہا؟ معلوم نہیں۔

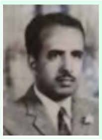

"دشتِ طلب"

انتخابِ سخن از مجموعہ کلام حمید المحامد (حامد برگی)

ہر گھڑی مجھ پہ رہے وجد کا عالم طاری
ہر گھڑی ذہن میں بس تیرا سراپا دیکھوں
تجھ کو پاؤں میں سدا دل کے نہاں خانے میں
خود سے باہر بھی سدا تجھ کو ہی برپا دیکھوں

☆

ہم جی رہے ہیں کونسا مقصد نظر میں ہے
جینے کی آرزو ہی فقط چشمِ تر میں ہے
افشا نہیں ہیں کون سے اسرارِ زندگی
آواز تو سنو کہ جو دیوار و در میں ہے
یہ کون ہے حواس پہ چھایا ہوا ہنوز
یہ کس کی جستجو ہے جو شام وسحر میں ہے

☆

حسنِ اشیاء ہے فقط آنکھ کی نسبت ہی سے
کوئی بھی حسن نہیں حسنِ نظر کی مانند
اپنی تسکین کا در باز کئے سر بفلک
کاش انسان بھی ہو جائے شجر کی مانند

☆

میں ایسا لفظ ہوں لفظوں میں شامل
کہ بے معنی ہوں لیکن بولتا ہوں
میں دو قوسوں کے اک ہالے کے مابین
کشیدہ مثلِ خط استوا ہوں

☆

بڑے خلوص سے ہم نے سہی سیاستِ دوست
بڑے ہی کام کی شے تھی یہ سادگی اپنی
خیال وفکر کے سوتے کھنگال ڈالے سب
مگر وہ بات کہ اب تک ہے ان کہی اپنی

جستہ جستہ

مجھے اپنے پرائمری سکول کے ایک ماسٹر کبھی نہیں بھولتے ..... کلاس میں لڑکے شرارتیں بہت کرتے تھے اوران شرارتوں پر قابو پانے کا طریقہ ماسٹر صاحب کی اپنی ایجاد تھا۔ وہ ڈنڈا لہراتے ہوئے کلاس روم کے شریف النفس طالبعلموں پر بھی حملہ آور ہوجاتے کہ وہ ہر ایک کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ہمارے یہ 'شکی القلب' ماسٹر صاحب بہت دکھی قسم کے انسان تھے، مگر انہوں نے اپنے دُکھوں کی تفصیل کبھی بیان نہیں کی، صرف ایک دفعہ اپنی اس بدقسمتی کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے کہ ملک میں روزانہ حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی ہیں، کیسے کیسے نالائق لوگ وزیر بنائے جاتے ہیں مگر وزارت تعلیم کے لئے کسی کی نظران پر نہیں پڑتی، حالانکہ انہوں نے اتنے اچھے نمبروں میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ غالباً انہی بدقسمتیوں کی وجہ سے وہ مسکرانے کے خلاف اور ہنسنے کے تو انتہائی دشمن تھے۔

فرمایا کرتے کہ اگر میں ملک کا وزیر اعظم ہوتا تو ایک قانون پاس کرتا کہ جو ہنسے اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ کلاس میں اگر کسی کو ہنستے دیکھ لیتے تو اسے رونے پر مجبور کردیتے۔ بعض اوقات تو مار کھانے والا دھاڑیں مار مار کر روتا۔ ان لمحوں میں وہ اسے پچکارتے، پیار کرتے اور کہتے تمہیں اس وقت اندازہ نہیں ہوسکتا کہ روتا ہوا انسان کتنا خوبصورت لگتا ہے۔ اگر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہو تو گھر جا کر آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر رونا۔ اگر رونے میں دقت پیش آئے تو مجھے بلا لینا۔

ماسٹر چراغ دین ہمیں اس قسم کے اشعار بھی سنایا کرتے تھے:

فانی ہم تو جیتے جی وہ میّت ہیں بے گور و کفن
غربت جس کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا

پڑھی نماز جنازہ ہماری غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

ماسٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کی ابتدا اور انتہا رونا ہے۔ انسان پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے، مرتا ہے تو رو رو کر لوگوں کا برا حال ہوجاتا ہے۔ اسی طرح شادی کے وقت دلہن روتی ہے، اسکے والدین اور بہن بھائی روتے ہیں، جسپر ایک دفعہ ایک لڑکے نے کہا کہ "جناب دولہا تو ہنس رہا ہوتا ہے" جس کے جواب میں ماسٹر صاحب بولے" پھر اس کے بعد ساری عمر روتا بھی تو وہی ہے!........

آج بھی کبھی بیٹھے بیٹھے ماسٹر چراغ دین کی یاد آتی ہے تو عقیدت سے میری آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ یہ دعا مانگتے ہوئے اچانک میرے ذہن میں خیال آیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول ہوگئی تو کیا بنے گا، کیونکہ میں تو بے دھیانی میں اپنے مرحوم استاد کے لئے یہ دعا مانگ بیٹھا ہوں، جنت میں تو لوگ ہنس کھیل رہے ہوں گے اور یہ چیز ماسٹر صاحب کے لئے روحانی اذیت کا باعث بنے گی، بلکہ خود انہیں بھی خوش رہنے کے بے شمار مواقع ملیں گے، جو ان کے لئے شاید قابل قبول نہ ہوں......

(عطاء الحق قاسمی کے کالم سے اقتباس)

✿

ہو وہ اک مجموعۂ حسنِ بیاں، حسنِ خیال
خوبصورت شعر کی مسٹر یہی تعریف ہے
ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے جب تمہارے بس کا روگ
شعر کیوں کہتے ہو بھائی کیا کوئی تکلیف ہے

(مسٹر دہلوی)

✿

کیا ربطِ باہمی ہے خواص و عوام میں
جیتیں خواص جشن مناتے عوام ہیں
بیرونی قرضہ جات کی صورت بھی ہے یہی
کھاتے خواص چکاتے عوام ہیں

محکوم نہیں آزاد ہیں ہم، ہم کس کی خوشامد کرتے ہیں
مجبوری و لاچاری کے الزام کو ہم ردّ کرتے ہیں
آزاد تجارت میں لیکن ہم ایک توازن رکھتے ہیں
'ٹیلنٹ' برآمد کرتے ہیں اور 'ایڈ' درآمد کرتے ہیں

(عنایت علی خاں)

✿

تخلیق کے پہلے سیکنڈ میں کیا ہوا!!

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انہیں آسمان میں ایک سگنل ملا ہے جو لازماً کائنات کی تخلیق کے لمحے میں ہی وجود میں آیا ہوگا۔ یہ سگنل دوربینوں کی مدد سے دیکھی جانے والی قدیم ترین روشنی کے اندر دکھائی دیا ہے۔ اس دریافت کا اعلان امریکی محققین نے کیا ہے جو قطب جنوبی پر نصب ایک دوربین کی مدد سے آسمان کے خاص حصے پر تحقیق کر رہے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ دریافت ہونے والے اس سگنل سے طبیعات کے ایک نئے دور میں داخلے کا دروازہ کھل گیا ہے، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ بگ بین کے وقت پہلے سیکنڈ کے کھرب ویں حصے میں کائنات کا انتہائی تیزی سے پھیلاؤ کیونکر ہوا۔

✿

کایا پلٹ مقناطیسی مادے کی دریافت

امریکی سائنسدانوں نے ایک انتہائی حساس مقناطیسی مادہ دریافت کرنے کا دعویٰ کیا ہے جو کمپیوٹر کی ہارڈ ڈرائیوز اور توانائی ذخیرہ کرنے والے آلات میں انقلابی تبدیلیاں لاسکتا ہے۔ اس دو تہوں والے دھاتی مادے کو اپنی مقناطیسیت میں تبدیلی کے لئے درجہ حرارت میں معمولی تبدیلی کی ضرورت پڑتی ہے۔ نِکل اور وینیڈیم آکسائڈ کی پتلی تہوں سے بنایا جانے والا یہ مادہ حرارت دئے جانے پر حیران کن ردعمل دکھاتا ہے۔ کم درجہ حرارت پر یہ غیر موصل ہے اور زیادہ درجہ حرارت پر ایک دھات ہے اور درمیان میں یہ ایک عجیب مادہ بن جاتا ہے۔

ذروں کی کہانی- آصف کی زبانی

لالٹین سے بجلی تک (آصف علی پرویز)

دوست: پچھلی ملاقات میں آپ نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی ایف اے تک کی پڑھائی کا ذکر کیا تھا۔ان کی مزید تعلیم کے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔

آصف: جھنگ میں کالج صرف انٹرمیڈیٹ تک ہی تھا۔ اس لئے کئی صاحب علم بزرگوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لینے کا فیصلہ کیا اور یوں آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہوگئی کہ ''بجلی'' دیکھیں۔

دوست: یہ آپ نے کیا بات کی؟

آصف: عبدالسلام صاحب خود یہ واقعہ سناتے ہیں کہ جب وہ جھنگ کالج میں پڑھتے تھے تو ان کے فزکس کے استاد نے مقناطیسی قوت اور بجلی کے بارے میں پڑھاتے ہوئے ذکر کیا کہ بجلی میں بڑی طاقت ہوتی ہے اور وہ بڑے بڑے شہروں جیسے

لاہور وغیرہ میں ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپ کو بڑا شوق پیدا ہوا کہ وہ بھی لاہور جا کر ''بجلی'' دیکھیں چنانچہ آپ کی یہ خواہش اس وقت پوری ہوئی جب آپ نے 1942ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں بی اے کیلئے داخلہ لیا۔ یہاں میں یہ دلچسپ بات بھی بتادوں کہ آپ کی سائنسی تحقیق اور پھر نوبل انعام کا اعزاز بجلی اور مقناطیسی طاقت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

دوست: ڈاکٹر سلام صاحب کے والد کی کیا خواہش تھی کہ سلام سائنسدان بنیں یا کچھ اور!

آصف: اس زمانے میں انڈین سول سروس (ICS) کا امتحان پاس کرنا ایک بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا جس کے بعد اعلیٰ سرکاری ملازمت مل جاتی تھی۔ (آج کل یہ سول سروس آف پاکستان (CSP) کہلاتا ہے) چنانچہ آپ کے ابا جان کی بھی یہی خواہش تھی کہ آپ انڈین سول سروس کا امتحان پاس کریں۔ جب عبدالسلام صاحب نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو آپ کے ابا جان نے انہیں انڈین سول سروس کے امتحانات کے پرچے لا کر دکھلائے تا کہ وہ ابھی سے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ انہوں نے انڈین سول سروس کا امتحان پاس کرنا ہے۔

دوست: میں نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کتاب تحدیث نعمت میں پڑھا ہے کہ جب بیرسٹری کیلئے لندن تشریف لائے تو آپ نے اپنے ٹیوٹر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے بعد انڈین سول سروس کا امتحان پاس کرنا چاہتے ہیں۔

اچھا! تو یہ بتائیں کہ ڈگری کے حصول کیلئے کن مضامین کا انتخاب کیا؟

آصف: آپ کے ابا جان نے دو اعلیٰ سرکاری افسران جو انڈین سول سروس کا امتحان پاس کر چکے تھے (یعنی میاں افضل حسین صاحب جو بعد میں سول سروس آف پاکستان کے چیئرمین بنے) اور حافظ عبدالمجید صاحب (جو پنجاب کے چیف سیکرٹری بنے) سے مشورہ کیا۔ چنانچہ آپ نے انگریزی آنرز اور ریاضی کے دو کورسوں (Double Mathematics) اور اس کے ساتھ اردو آپشنل کا انتخاب کیا۔

دوست: میں حیران ہوں کہ آپ نے اس وقت فزکس نہیں پڑھی!

آصف: یہ صحیح ہے۔فزکس کی تعلیم آپ نے کیمبرج میں جا کر حاصل کی جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔جب آپ فزکس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس وقت زیادہ حصہ حساب کا ہی ہوتا ہے۔

گورنمنٹ کالج میں اس زمانے میں پروفیسر سراج الدین صاحب (جو بعد میں گورنمنٹ کالج کے پرنسپل بنے) انگریزی پڑھاتے تھے۔ان کے ساتھ پروفیسر گنگولی اور پروفیسر چاولہ ریاضی پڑھاتے تھے۔

عبدالسلام نیو ہوسٹل میں رہتے تھے۔امتحانوں کے قریب وہ ہوسٹل کے ملازم ''سیدا'' کو کہتے کہ میرے کمرے کو باہر سے تالا لگا دیا کرو تا کہ ہوسٹل کے دوسرے طلباء آ کر میرا قیمتی وقت ضائع نہ کریں اور آپ اندر بیٹھے اطمینان سے پڑھائی کرتے۔

دوست: یہ صاحب تو مجھے ہمارے کالج کے ''شادی خان'' لگتے ہیں۔ان کی شخصیت بھی کچھ ایسی ہی تھی!

آصف: آپ نے کالج کی کیا یاد دلادی! مجھے اُن کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ کلاس کے باہر دو پروفیسر صاحبان ذرا اُونچی آواز میں کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے۔شادی خان ان کے پاس گیا اور کہنے لگا ''ذرا ہولی گل کرو اندر منڈے پڑھن ڈئے نے (یعنی ذرا آہستہ بولیں اندر کلاس میں لڑکے پڑھ رہے ہیں)

دوست: کیا ڈاکٹر سلام صاحب نے غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیا؟

آصف: آپ کالج کے ہر دلعزیز طالب علم تھے چنانچہ آپ کو بلا مقابلہ کالج یونین کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ ایک زبردست مقرر بھی تھے اور تقریری مقابلوں میں ہمیشہ اول آتے۔ آپ کو کالج کے رسالہ ''راوی'' کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔1946ء میں آپ کالج کے رسالہ کے ایڈیٹر ان چیف بن گئے۔

دوست: کیا آپ نے دوران تعلیم کوئی مضامین لکھے؟

آصف: ایک مضمون کا میں خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ہوا یوں کہ ایک روز ان کے ریاضی کے اُستاد پروفیسر چاولہ نے ایک ہندوستانی ریاضی دان ''سری نواس رامانوجن'' کی ایک مساوات کا ذکر کیا طالب علم عبدالسلام نے دو ایک روز کی محنت کے بعد اس مساوات کا اس سے بھی بہتر حل پیش کر دیا۔ اس کو مدراس میں شائع ہونے والے رسالہ، جس کا نام 'میتھس سٹوڈنٹ' تھا کی مارچ جون 1943ء کی اشاعت میں چھاپ دیا گیا۔ یہ آپ کا پہلا سائنسی مقالہ تھا۔اس وقت آپ کی عمر صرف 17 سال تھی۔ مجھے بھی اس کو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے اور صاحب شوق دوست اسے انٹرنیٹ پر جا کر دیکھ سکتے ہیں۔

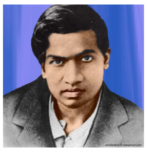

دوست: بس بس! آپ مجھے اس کی تفصیل نہ بتائیں میرے پلے کیا پڑنا ہے۔ہاں! یہ بتائیں کہ یہ رامانوجن کون صاحب تھے۔

آصف: رامانوجن صاحب پیشے کے اعتبار سے کلرک تھے اور انہوں نے باقاعدہ ریاضی کی تعلیم بھی حاصل نہیں کی تھی۔ کیونکہ ان کے پاس کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں تھی۔ تاہم انہیں کہیں سے ریاضی کی ''بک آف ریزلٹس'' (Book of Results) مل گئی۔ اس کی مدد سے انہوں نے مساوات حل کرنی شروع کیں۔ ایک دفعہ انہوں نے 120 مساوات حل کر کے کیمبرج کے پروفیسر ہارڈی (Professor Hardy) کو بھجوائیں۔ انہوں نے وہ مساوات دیکھیں۔ پہلی ساٹھ تو عام اور سادہ تھیں۔ اگلی تیس ان کے دل کو لگیں لیکن آخری تیس کو وہ بھی نہ سمجھ سکے۔ انہوں نے رامانوجن صاحب کو کیمبرج آنے کی دعوت دی۔ پروفیسر ہارڈی کہا کرتے

تھے کہ انہوں نے دو اشخاص کو ریاضی میں اپنا رفیق بنایا تھا جن میں رامانوجن ایک تھے جو صرف 33 برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔

دوست: یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ وہ جسے چاہے ایسا اعلیٰ دماغ بخش دے!

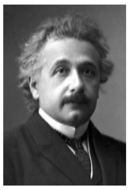

آصف: آئن سٹائن کے بارے میں مشہور ہے کہ Ph.D کرنے کے باوجود انہیں کوئی اعلیٰ نوکری نہ مل سکی۔ تو ایک دفتر میں معمولی نوکری کر لی۔ جب بھی انہیں وقت ملتا تو چھپ کر اپنی حسابی تحقیق جاری رکھتے۔ اور بالآخر آپ نے نظریہ اضافت (Theory of Relativity) پیش کیا۔

دوست: یہ بتائیں کہ کیا ہندوستان کی حکومت نے ''رامانوجن'' صاحب کی قدر کی!

آصف: کی اور بہت کی۔ ان کے نام سے ایک گولڈ میڈل ذہن ترین طالب علم کو دیا جاتا ہے یا جس نے کوئی تحقیقی کام کیا ہو۔

دوست: کیا ہی اچھا ہو کہ پاکستان میں بھی ''سلام میڈل'' جاری ہو جائے۔ یہ بتائیے کہ نوجوان عبدالسلام صاحب اپنی چھٹیاں کیسے گذارتے تھے؟

آصف: آپ کے والدِ گرامی اس وقت ملتان میں بغرض ملازمت مقیم تھے۔ آپ گرمیوں کی چھٹیاں ان کے پاس ہی گزارا کرتے تھے۔

دوست: چھٹیوں میں تو وہ خوب گھومتے پھرتے ہوں گے!

آصف: سب آپ ہی کی طرح کے تو نہیں! عبدالسلام صاحب تو گرمیوں کی چھٹیاں بھی اپنا کورس دُہرانے میں گذارتے۔ آپ صبح آٹھ بجے پڑھائی شروع کرتے اور ساڑھے بارہ بجے تک پڑھتے رہتے۔ کھانا اور نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد پھر دو بجے سے شام چھ بجے تک پڑھتے۔ شام کا کچھ وقت اپنے بزرگوں کی محفل میں گذارتے۔ لیکن وہ اتنے ''بور'' شخص بھی نہیں تھے۔ گرمیوں کی تعطیلات کا کچھ وقت وہ شملہ میں گذارتے جہاں وہ بطور ٹیوٹر دو بھائیوں کی تعلیمی نگرانی کرتے۔

دوست: میں نے سنا ہے کہ ان دنوں زیادہ تر ہندو اور سکھ ہی یونیورسٹی میں اول آتے تھے!

آصف: یہ ٹھیک ہے جب ہندو پروفیسروں نے عبدالسلام کی قابلیت کا ذکر سنا تو ڈی اے وی کالج لاہور کے پروفیسروں نے اپنے بعض ذہین ترین طلبا (جو اکثر ہندو تھے) کو خاص طور پر پڑھانا شروع کیا تا کہ عبدالسلام یونیورسٹی میں انہیں مات نہ دے جائے۔

دوست: پھر کون اوّل آیا؟

آصف: وہی ہمارے عبدالسلام صاحب! آپ نے حساب میں 300 میں سے 300 نمبر حاصل کئے اور یوں یونیورسٹی میں نیا ریکارڈ قائم کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

دوست: کیا آپ کو جماعت کے جوبلی فنڈ میں سے وظیفہ ملا؟

آصف: بالکل ملا۔ جماعت کی طرف سے 60 روپے ماہوار اور حکومت پنجاب کی طرف سے 35 روپے ماہوار وظیفہ ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو دو سو روپیہ نقد انعام بھی عطا فرمایا۔

آپ کی بی اے میں غیر معمولی کامیابی پر شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے رسالہ ''عروج'' میں ایک نظم شائع کی۔ اگر اجازت ہو تو اس کے کچھ اشعار پیش کروں۔

دوست: کیوں نہیں! ارشاد

آصف:

کیا بادِ صبا لائی مسرت کی نوید آج	قسمت نے دکھایا ہے عجیب روز سعید آج
کس شان سے چمکا ہے تو اے عبدالسلام آج	روشن تیرے نام سے ہوا جھنگ کا نام آج
اے مادر پنجاب کی گود کے دلارے	اے جھنگ کی آغوش کے درخشندہ ستارے

دوست: کیا آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ہی ایم اے کیا؟

آصف: جی ہاں! اور انہوں نے اس کیلئے ریاضی کے مضمون کا انتخاب کیا۔

دوست: میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ آپ نے اول آنے کی روایت کو برقرار رکھا ہوگا۔

آصف: آپ کا اندازہ سو فیصد درست ہے۔ آپ نے 600 میں سے 573 یعنی 95.5 فیصد نمبر حاصل کئے۔ فالحمدللہ۔

دوست: کیا آپ کے علم میں ہے کہ کسی اور طالب علم کا تعلیمی ریکارڈ ایسا شاندار رہا ہو جیسے عبد السلام صاحب کا جو آپ نے آج اور پچھلی ملاقات میں بیان کیا ہے؟

آصف: جہاں تک میں جانتا ہوں۔ آج تک کوئی طالب علم ایسا نہیں کر سکا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوست: آپ کے ابا جان کی ہمیشہ خواہش تھی کہ آپ انڈین سول سروس (ICS) کا امتحان دیں۔ کیا پھر آپ نے وہ امتحان دیا؟

آصف: دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد انگریزوں کو بڑی شدت سے احساس ہو گیا تھا کہ اب انہیں ہندوستان کو آزادی دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے انہوں نے انڈین سول سروس کا امتحان 1947ء تک ملتوی کر دیا۔

دوست: عبدالسلام صاحب اوران کے والدین کیلئے تو یہ بڑے افسوس کی بات ہوگی۔

آصف: کچھ حد تک لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ ایسا ہوتا! اگر امتحان ہو جاتا تو غالب قیاس ہے کہ آپ اس میں بھی اول آتے۔

خود ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اگر ایسا ہوتا اور میں سول سروس میں چلا جاتا تو میرے کیریر کی معراج زیادہ سے زیادہ ''چیف سیکرٹری'' ہی ہوتی! لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کو سائنس میں گہری تحقیق کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ ''چیف سیکرٹری'' تو آتے جاتے ہیں۔ پروفیسر عبدالسلام صاحب جیسا سائنسدان صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے خود امتحان کے التوا کو اپنی زندگی کا پہلا اہم موڑ قرار دیا۔

دوست: میرا خیال ہے کہ آج کی گفتگو کو اب ختم کریں۔ آپ مزید تعلیم کیلئے کیسے انگلستان گئے اس کی باتیں اگلی ملاقات میں کریں گے۔

آصف: ٹھیک ہے۔ انشاء اللہ۔

مشاعرہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے زیر اہتمام مورخہ 10 مئی 2014ء بروز ہفتہ سہ پہر 5 بجے شام ''ناصر ہال'' بیت الفتوح میں ایک دلچسپ محفل مشاعرہ منعقد ہوگی۔ پردے کی رعایت سے خواتین کی شمولیت کا بھی انتظام ہوگا۔ ٹکٹ داخلہ (£5) سے حاصل ہونے والی رقم پاکستان و افریقہ میں تعلیمی امداد اور دیگر رفاہی کاموں کے لئے پیش کی جائے گی۔ احباب سے جوق در جوق شرکت کی درخواست ہے۔

مزید معلومات کیلئے مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب (07903981420) اور مکرم رانا عبدالرزاق خاں صاحب (07886304637) سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

خدائی فوجدار

(یہ افسانچہ تعلیم الاسلام کالج کے فزکس کے پروفیسر، مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب مرحوم کی ایک گرانقدر تحریر ہے، جو کالج کے رسالہ المنار نومبر 1954 سے لی گئی ہے)

''وہ ملعون ہے'' مولوی ضیاء الحق صاحب دیناج پوری نے 'ع' کی آواز حلق سے نکالتے ہوئے فرمایا۔

''کون؟'' شیخ عمادالدین نے سہم کر پوچھا۔

''رحمت علی''! مولوی صاحب موصوف نے اس جلال اور غیظ وغضب سے نام کا اعلان فرمایا کہ ریش مبارک کا ایک ایک بال خشک ٹہنی کی طرح تن گیا۔

''کیا غلطی سرزد ہو گئی اس سے؟''

''تم نے صُوری اور معنوی دونوں لحاظ سے غلط کہا۔ غلطی نہیں وہ تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، کل شام جب وہ مغرب کی نماز کیلئے مسجد میں آیا تو اس کی دھوتی اس کی ایڑیوں کے پیچھے جھاڑو دے رہی تھی اور تکبر، نخوت اور رعونت کے منحوس خیالات اس کے چہرے سے میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے اس طرح پڑھ لئے جس طرح ایک مومن مسلمان کسی مغرب زدہ نوجوان کی چال ڈھال سے اس کے کفر ونفاق پر اطلاع پا جاتا ہے۔''

''آپ نے اسے نصیحت تو فرمائی ہوگی؟'' عمادالدین نے مریدانہ تذلل سے دریافت کیا۔

''نصیحت'' مولوی صاحب کڑک کر بولے ''یہ تو ایمان کا دوسرا درجہ ہے، فرماتے ہیں حضرت رسول عربی محمد مصطفیٰ ﷺ (میرے ماں باپ آپ پر قربان) کہ جو کوئی بری بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے دور کرے، اگر اس کی استطاعت نہ پائے تو زبان سے سمجھائے اور اس پر بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا منائے، و ھذا ضعف الایمان۔ لہٰذا جب میں نے اپنی چھڑی رحمت علی کے ٹخنوں پر آہستہ سے ماری تا کہ اسے عذاب جہنم سے خبردار کروں تو اس نے نہایت گستاخی سے میری طرف دیکھا اور بغیر کچھ جواب دیئے مسجد سے باہر چلا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے رحمت کے دروازے اپنے لئے بند کر دئیے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قران حکیم میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔''

مولوی ضیاء الحق دیناج پوری بہت بڑے عالم تھے۔ علاقے بھر میں ان کے علم وفضل کا چرچا تھا۔ ان کی پارسائی اور زہد وعبادت کے قصے اب قصبہ کی حد تک محدود نہ رہے تھے بلکہ اردگرد کے تمام مضافات میں مشہور ومعروف ہو چکے تھے۔ قصبہ کی عورتیں تعویذ گنڈے کیلئے آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ چوہدری قطب الدین جب بھی کبھی مال مویشی خریدنے کیلئے منڈی میں جاتا تو قبلہ مولوی صاحب سے سودے کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کراتا اور نذرانے کے طور پر بھینس کے دودھ کی کھیر پکوا کر ان کی خدمت میں ضرور بھجواتا۔ موت، فوت، شادی، بیاہ غرضیکہ ہر موقع پر مولوی صاحب کی موجودگی بہت بابرکت خیال کی جاتی۔ مولانا موصوف کو بھی لوگوں سے بہت لگاؤ تھا اور ان کے جذبات کا خیال حتی المقدور پیش نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک نکاح کے موقع پر جب آپ خطبہ شروع فرما چکے تو لڑکے کے والد کو ایک ضروری کام انتظام بارات کے متعلق آن پڑا۔ آہستہ سے مولوی صاحب کے کان میں کہنے لگا۔

''مولوی جی! ذرا آیت لمبی کر دیجئے گا۔ میں ابھی آیا۔''

آپ کی تالیف قلب دیکھئے کہ جب تک وہ شخص اطمینان سے فارغ ہو کر واپس نہ آ گیا آپ نے خطبہ برابر جاری رکھا اور ایجاب وقبول تک نوبت نہ پہنچنے دی۔ اب تو قبلہ پیرانہ سالی کے سبب زیادہ بھاگ دوڑ نہ کر سکتے تھے ورنہ جوانی کے زمانہ میں اگر 'فتو' کا نکاح صبح ایک گاؤں میں پڑھ کر آتے تو دوپہر کو 'زینب' کے لڑکے کا جنازہ دوسرے میں گاؤں میں جا پڑھاتے تھے۔

صدقہ جاریہ کے طور پر آپ نے اوائل جوانی ہی میں درس وتدریس وتعلیم وتعلّم کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا اور اب تو آپ کے تلامذہ کی تعداد 10 سے ترقی کر کے 40 کے مبارک عدد تک پہنچ چکی تھی۔ آپ بہت فصیح البیان تھے۔ جب آپ تقریر فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے فصاحت اور بلاغت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ علم حدیث وفقہ اور زبان عربی میں بڑے بڑے فاضل آپ کا لوہا مانتے تھے۔ آپ کے تبحّر علمی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے اور جلال میں آ جاتے تو ہر الف عین اور ہر کاف قاف میں تبدیل ہو جاتا۔ اس پر بھی بس نہیں نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ کچھ عرصے بعد سوائے عین اور قاف کی آوازوں کے اور کچھ سنائی نہ دیتا۔

دشمنان دین متین کے حکم میں مولوی صاحب ایک ننگی تلوار کا حکم رکھتے تھے۔ خلاف شرع باتیں تو کجا مکروہات تک بھی آپ گوارا نہ کر سکتے اور سختی سے ان کا قلع قمع فرماتے تھے۔ جہنم کے عذاب سے آپ اکثر ڈرایا کرتے تھے۔ آپ کے خطبات میں جنت کی دلفریبیوں کی نسبت دوزخ کی ہولناکیاں زیادہ مذکور ہوتی تھیں۔ آپ کا قول تھا کہ محبت کی نسبت ڈر اور وعدے کی نسبت وعید زیادہ کارگر ہوتی ہے اور تائید میں قوم لوط اور طوفان نوح کے واقعات کچھ اس انداز سے پیش فرماتے کہ مریدان باصفا پر رعشہ طاری ہو جاتا اور اکثر کی ڈر کے مارے گھگھی بندھ جاتی۔

پستہ قامت، فربہ جسم، ابھری ہوئی توند، ناف کے نیچے کس کر باندھا ہوا سرعی پاجامہ، لمبی خضاب زدہ داڑھی اور ایک موٹا عصا آپ کی ہیئت کذائی کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ موسم سرما میں جب آپ جمعرات کے روز اپنی داڑھی کو خضاب لگاتے تو ظہر کی نماز اکثر قضا ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ بطور کفارہ جمعرات کی شام آپ نے استغفار اور انابت الی اللہ کیلئے وقف کر رکھی تھی۔

دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ کفار ومشرکین سے آپ بات تک کرنا پسند نہیں فرماتے تھے اور ان پر سختی کرنے کے قائل تھے۔ اکثر آیت کریمہ **واغلظ علیھم** آپ ورد زبان رکھتے۔ جب کبھی کسی کافر سے آپ کی آنکھیں چار ہوتیں تو چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا اور آنکھیں شعلے برسانے لگتیں۔ اگر وہ بدبخت گفتگو پر آمادہ ہو جاتا تو آپ کے منہ سے جھاگ نکلنے لگ جاتی۔ آپ کا ایمان تھا کہ جب تک انسان کے دل میں غیر اللہ وکفار ومشرکین کیلئے قطعی نفرت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک وہ اسلام کی سرحد کے قریب بھی پھٹکنے نہیں پاتا۔

کفار سے بھی زیادہ آپ کو منافقین کی فکر تھی اور نئی روشنی کے مغرب زدہ نوجوانوں اور کتاب اللہ کے متعلق طرح طرح کے سوالات پوچھ کر اس میں شک کرنے والوں کا مقام آپ نارِ جہنم سے بھی اسفل سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک انگریزی خواں نوجوان نے کسی آیت قرآنی کے متعلق سوال کر دیا تو آپ طیش میں آ گئے۔ انجام سے غافل نوجوان نے

اپنے سوال پر اصرار کیا تو پھر کیا تھا۔ جہاد کی تمام خفتہ قابلتیں آپ کے وجود مقدس میں یکلخت بیدار ہونی شروع ہوگئیں اور آپ نے اپنے موٹے عصا سے اس نوجوان کو رموز شریعت سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر لوگ جمع ہوگئے اور بڑی مشکل سے اس کو ادھ مؤا ہونے کی حالت میں چھڑا کر لائے۔ اگر **عوام کالانعام** اس کار خیر میں فراہم نہ ہوتے تو مجاہد مذکور نے اسے فی النار کر دیا ہوتا اور غازی کے لقب کا حق دار بن گیا ہوتا۔ مگر۔

یہ باتیں ہیں جب کہ آتش جواں تھا

اب تو آپ مجبوراً دوسرے درجۂ ایمان پر قانع رہنے لگے تھے اور زبان سے سخت سست کہنے پر ہی اکتفا کرتے تھے، تاہم نیکی اور غیرت دینی کے وہ واقعات جن پر ہمیشہ آپ کو ناز رہا ان میں سے ایک واقعہ عائلہ اوپر کا بھی ہے۔

شیخ عماد الدین آج بڑی منت وسماجت سے مولوی ضیاء الحق صاحب کو اپنے ہاں کھانے پر آنے کیلئے آمادہ کرسکا تھا۔ درحقیقت آپ کا معدہ کمزور تھا اور ثقیل غذا ہضم نہیں کر سکتا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس ظلوماً جہولاً نے بہت کام کیا ہے، اب اسے قدرے آرام اور نرم غذا کی ضرورت ہے۔ جب عماد الدین نے یقین دلایا کہ شوربہ مرغ اور حلوے کے علاوہ کوئی تیسری چیز دستر خوان پر نہیں ہوگی تو مجبوراً آپ کو سنت نبویؐ کے مطابق دعوت قبول کرنی پڑی۔ کھانا شروع ہوا، عماد الدین کو کھانے کے ساتھ پانی زیادہ پینے کی عادت تھی۔ مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ قریباً ہر لقمہ کے ساتھ عماد الدین گلاس میں سے کسی چیز کا گھونٹ پیتا جاتا ہے تو تحقیق حق کی جستجو پیدا ہوئی۔ دسترخوان کی دوسری جانب بیٹھے تھے، گردن لمبی کر کے گلاس میں جھانکا اور فرمایا:

''یہ کیا شے ہے؟''

''پانی ہے'' عماد الدین نے جواب دیا۔

''**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**۔ میں نے خیال کیا کوئی بہتر شے ہوگی۔ خیر ویسے تو پانی بھی اللہ عزوجل کی نعماء میں سے ایک نعمت عظیمہ ہے لیکن میں نے سوچا اگر کوئی لطیف تر چیز شرب کی تھی تو تحدیث نعمت کے طور پر اس کا اظہار لازم تھا۔''

''حضرت! شوربہ آپ کو پسند آیا؟''

''سبحان اللہ۔ فالحمدللہ۔ بھئی میں تو اکثر سوچتا ہوں کہ اگرچہ من وسلویٰ جو قوم موسیٰ پر نازل کیا گیا تھا کچھ اور شے ہے۔ تاہم مرغ کا مزہ بھی ہو بہو ویسا ہی ہے۔ دل شہادت دیتا ہے، زبان حظ اٹھاتی ہے اور معدہ نہیں کہتا مگر وہی جوان دونوں نے سمجھا۔

عماد الدین! تم نے ہمارے لئے اتنی تکلیف کی۔ **ھل جزاء الاحسان الاحسان**، آج ایک نکتہ تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ اگرچہ اعلان اس کا جہلاء پر شاق اور اس احقر کیلئے موجب ہزار بلاؤں کا ہوسکتا ہے لیکن پھر بھی اس کے اظہار سے رک نہیں سکتا اور وہ یہ کہ مومن مسلمان کو ہمیشہ قوم موسیٰ سے سبق لینا چاہئے اور لحم کو ہی بطور غذا کے استعمال کرنا چاہئے۔ قوم یہود نے من وسلویٰ کے عوض دال اور سبزیوں کی خواہش کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم بدلتے ہو اس چیز کو جو ادنیٰ ہے بدلے اس کے کہ جو بہتر ہے۔ قسم ہے مجھے اس رب العالمین کی جس کے ہاتھ میں میرا رزق ہے کہ اگرچہ یہ عاجز انتہا درجہ کا رقیق القلب نہ ہوتا اور غریب مسلمین کیلئے اس کی ہمدردی اور نرمی اشد شد حالت کو نہ پہنچ چکی ہوتی تو قرآن حکیم سے یہ ثابت کر دکھاتا کہ مومن مسلمان کیلئے دال کھانا حرام اور قطعی حرام ہے۔''

''قرآن کریم سے دال کی حرمت؟ عجیب بات ہے۔''

''عوام کیلئے بے شک عجیب ہے لیکن اہل علم کیلئے یہ بات کچھ بھی مشکل نہیں یعنی آسان بلکہ سہل ہے۔ درحقیقت کتاب اللہ مثل ایک سمندر کے ہے اور عالم بطور غوطہ زن۔ عالم جب بھی غوطہ لگاتا ہے مفید مطلب موتی نکال لیتا ہے۔ اور دال کی حرمت تو مبتدی بھی معلوم کرسکتا ہے۔ **و قال اللہ تعالیٰ و ضربت علیھم الذلۃ و المسکنۃ و باءوُ ا بغضب من اللہ**۔ پس دال کی خواہش کرنا ذلت اور مسکنت اور غضب الٰہی کا موجب بنتا ہے۔ اور **مغضوب علیھم** یہود ہیں جو غیر مسلم ہیں۔ لہٰذا جو دال کی خواہش بھی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے کافر ہونے پر ایمان نہ لاوے تو گویا شک کیا اس نے بیچ کتاب اللہ کے۔ پس تحقیق لازم آیا اسے بھی کفر۔ **و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الکفر ملۃ واحدۃ**۔ پس یہودی کے کفر اور دال کھانے والے مسلمان کے کفر اور اسے کافر نہ سمجھنے والے مسلمان کے کفر میں کچھ بھی فرق نہ ہوا۔ لہٰذا پرہیز لازم ہی نہیں واجب بلکہ فرض ہوا۔ **فماذا بعد الحق الا الضلال وما علینا الا البلاغ**۔''

''حضور عالم ہیں سچ فرماتے ہوں گے، لیکن خاکسار یہ عرض کرتا ہے کہ یہ بات عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ محض دال کھانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔'' عماد الدین نے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''عقل کس بلا کا نام ہے، تم کلام اللہ پر اپنی ناقص اور کھوٹی عقل کو مقدم کرتے ہو۔ تمہارے جیسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ جلشانہ نے فرمایا کہ **آلآ انھم ھم السفھاء** خبردار! تحقیق البتہ یقیناً وہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں سمجھتے۔ غافل انسان! عقل سے کچھ نہیں بنتا۔ اصل چیز جنون ہے۔ علامہ اقبال (اگرچہ ان کے اسلام کے متعلق بھی مجھے شبہ ہے تاہم) سچ فرماتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا نمرود کی آتش میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

''قبلہ! پہلا مصرعہ تو غالباً یوں ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

''ہوگا۔ مجھے اس سے کیا غرض ہے۔ مگر مقصد تو یہ ہے کہ عقل کچھ چیز نہیں۔ مطلوب شے جنون ہے۔ اب یہ کہو گے کہ پہلے مصرعہ میں لفظ عشق ہے نہ کہ جنون۔ ارے جاہل! عشق ہی کا دوسرا نام جنون ہے۔ قیس کو عشق تھا اس لئے اسے مجنوں کہتے ہیں۔ یہ منقولی دلیل تھی جو میں نے دی ہے۔ معقولی دلیل کا میں قائل ہی نہیں ہوں۔ تو مطلب ہے کہ عقل ظنی شے ہے۔ جنون کی بنیادیں یقین محکم پر ہیں۔ لہٰذا عقل ادنیٰ ہے جنون اعلیٰ ہے۔ عقل ناقص ہے جنون اکمل ہے۔ عقل باطل ہے جنون حق ہے۔ عقل جامد ہے جنون متحرک ہے۔ حرکت میں برکت ہے۔ پس اگر فلاح چاہتے ہو تو جنون کی برکتوں سے اپنی جھولی بھر لو۔ عقل پر انحصار نہ کرنا۔ یہ کاغذ کی ناؤ ہے آج ڈوبی کہ کل۔''

''اے حضور! بابو فضل الٰہی کا لڑکا جو پیلی بھیت میں ماسٹر ہے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ عقل ہی سے لوگوں نے سائنس اور فلسفہ میں ترقی کی ہے۔ تم بھی عقل سے کام لیا کرو۔ تو کیا وہ غلط کہہ رہا تھا؟''

''تم نے پھر بالکل غلط کہا اور وہ بھی غلط کہہ رہا تھا۔ تم سمجھتے ہو دنیا نے ترقی کی ہے؟ دنیا

تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ تمہارے فلسفہ اور سائنس نے دنیا کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ سائنس کیا ہے؟ تجربات اور مشاہدات کے لق و دق صحرا میں فنون جاہلیہ کا ایک عظیم الشان سراب۔ فلسفہ کیا ہے؟ خواہشات نفس کی رذیل بنیادوں پر اوہام باطلہ کا شیش محل۔ جسے علم الیقین کا ایک چھوٹا سا پتھر بھی چکنا چور کر سکتا ہے۔‘‘

’’بے شک۔ بے شک۔ آپ نے درست فرمایا مولانا! معاف کیجئے گا میں نے آپ کو باتوں میں لگا لیا۔ حلوہ اور لیجئے نا!‘‘

’’جزاک اللہ۔ میں اب اور نہیں لوں گا۔ میرا شروع سے قاعدہ رہا ہے کہ جب دوسری دفعہ ڈکار آ جائے تو کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتا ہوں۔ دو ایک دفعہ میں نے اس قاعدہ کی خلاف ورزی کی تھی جس کا خمیازہ یوں بھگت رہا ہوں کہ اب معدہ ثقیل غذا ہضم نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے مجبور نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری دلجوئی کی خاطر میں اپنی صحت برباد کر بیٹھوں۔‘‘

’’بہت بہتر جیسے آپ کی مرضی۔ اوہو! ماشاء اللہ! آپ کی جوتی تو نہایت عمدہ ہے، کہاں سے بنوائی آپ نے؟‘‘ عماد الدین نے تحسین آمیز لہجے میں پوچھا۔

’’بھئی اس جوتی کا قصہ بہت لمبا ہے۔ دور پور کا چوہدری جب بستر مرگ پر تھا تو میں اس کی عیادت کیلئے گیا۔ اپنی خداداد قابلیت اور علم طب کی بناء پر مجھے یقین ہو گیا کہ چوہدری صاحب کا قیام اس دارفانی میں محض چند روزہ ہے۔ اچانک میری نظر ان کی نئی جوتی پر پڑی اور چند لمحوں کیلئے میں اس کی مضبوطی اور پائیداری میں کھو گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ جب علماء کسی شخص کا جنازہ پڑھاتے ہیں تو اس کے پارچات اور جوتوں وغیرہ پر ان کا حق جائز تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ میرے دل نے اس وقت یہ گواہی دی کہ عنقریب یہ جوتے میرے پاؤں کی زینت ہوں گے اور دشمن زیر ہوں گے۔ میں انہی خیالات میں غرق تھا کہ چوہدری نے میرے چہرے کی بشاشت سے میرے احساسات کو پڑھ لیا۔ چنانچہ اس نے وصیت کر دی کہ اس کے مرنے پر ہرگز اس کی جوتی مجھے نہ دی جائے۔

اگلے ہی روز وہ راہئ ملک عدم ہوا۔ اس کا لڑکا میرے پاس اس کی تکفین و تدفین اور نماز جنازہ کے سلسلے میں آیا اور باپ کی وصیت کی بناء پر جوتی دینے سے معذوری ظاہر کی۔ بھلا اس بدعت کو میں کیسے گوارا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے صاف صاف کہہ دیا کہ جوتی کے بغیر نہ میت کو غسل دوں گا اور نہ نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ آخر کار اللہ نے اس کا سینہ کھول دیا اور حق بحق دار رسید ہوا۔‘‘

عماد الدین یہ گفتگو سن کر کچھ پریشان سا معلوم ہو رہا تھا۔ آخر کار بولا:

’’یہ عجیب اتفاق ہے کہ میری لڑکی کی نسبت دور پور کے ایک مرحوم چوہدری کے لڑکے سے ہو چکی ہے اور آج میں نے جناب کو اس لئے تکلیف دی تھی کہ پرسوں بروز منگل بارات ہمارے یہاں آئے گی۔ اس لئے آپ تشریف لا کر نکاح پڑھا دیں، تو کیا میں امید رکھوں کہ آپ پرسوں بعد دوپہر غریب خانہ پر تشریف لائیں گے؟‘‘

’’عماد الدین! پرسوں میں تمہارے ہاں نہیں آ سکوں گا۔ اول اس لئے کہ دن منگل کا ہوگا جو ہمارے نزدیک منحوس ہے۔ دوئم اس لئے کہ میرے پاس دوسری کوئی جوتی نہیں اور اس جوتی کو پہن کر میں چوہدری کے لڑکے کا نکاح پڑھانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا مجبوری ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس تقریب میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔‘‘

عماد الدین: ’’آپ ہمیشہ شادی غمی میں ہمارے شریک رہے ہیں۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہوگی اگر اس موقع پر آپ ہمارے ہاں نہ آئیں۔ یہ دس روپے پیش خدمت ہیں آپ جوتی نئی خرید لیجئے۔ باقی رہا منگل کا سوال تو امید ہے کہ آپ کوئی راستہ نکال لیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ علماء کے پاس ہر مشکل کا حل ہے۔ اب وقت ہے کہ آپ اپنے خداداد علم سے ہماری مشکل کشائی فرمائیں۔‘‘

’’عماد الدین! تمہارے اخلاص اور صحبت صالحین اور تمہارے ذوق و شوق کے پیش نظر ایک استثنائی بلکہ اضطراری حالت پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا بموجب آیت کریمہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد میں اس روز آ جاؤں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔ السلام علیکم۔‘‘

ایک یادگار تصویر۔ جذبات تشکّر و دُعا

المنار میں اپنے پیارے مادرِ علمی کے اساتذہ کی وہ تصویر دیکھی جو 60 سال قبل اُس وقت کھینچی گئی تھی، جب حضرت المصلح الموعودؓ نے ربوہ میں تعمیر ہونے والی تعلیم الاسلام کالج کی نئی بلڈنگ کا افتتاح فرمایا تھا۔ راقم الحروف نے 1953 میں سینٹرل ماڈل سکول لاہور سے میٹرک کیا اور تعلیم الاسلام کالج لاہور کی فرسٹ ائر کلاس میں داخلہ لیا۔ اس وقت ہمارا یہ تعلیمی ادارہ لاہور کے D.A.V کالج کی متروکہ عمارت میں قائم تھا۔ اگلے سال 1954 میں کالج ربوہ شفٹ ہوا اور گریجویشن خدا کے فضل سے ہم نے عالمی شہرت کے حامل اسی تعلیم الاسلام کالج سے کی۔ یہ تاریخی تصویر دیکھ کر مجھے لاہور اور ربوہ کے اپنے مثالی اساتذہ یاد آ رہے ہیں اور ان کے لئے دل کی گہرائی سے دعا نکل رہی ہے، جنہوں نے کئی نسلوں کی تعلیم و تربیت اور اعلیٰ کردار کی تشکیل کا مستقل اور نتیجہ خیز کردار ادا کیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کالج کے طلبائے قدیم دنیا بھر میں خدمت کے مختلف میدانوں میں نمایاں طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ الحمد للہ۔

1954 کی اس یادگار تصویر میں موجود خوش نصیب اساتذہ میں سے اکثر اپنے فرائض منصبی خداداد علمی، عقلی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں سے ادا کرنے کے بعد رفیقِ اعلیٰ کے حضور حاضری سے شرف یاب ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

مجھے یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ تصویر میں موجود میرے ان بزرگ اساتذہ میں سے بفضل اللہ تعالیٰ مکرم و محترم چوہدری محمد علی صاحب، مکرم محترم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، مکرم و محترم مبارک احمد انصاری صاحب الحمد للہ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے اور نئی نسل کی خوشیاں انہیں تادیر نصیب کرے۔ آمین۔

(ناصر احمد خالد، ماڈل ٹاؤن لاہور)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سالانہ تقریب عشائیہ کی تصاویر

عشائیہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے اراکین مجلس عاملہ 2012-13ء کا
حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ گروپ فوٹو

گورنمنٹ ٹی آئی کالج ربوہ کی تازہ تصاویر (بشکریہ مکرم پروفیسر محمد شریف خان صاحب)

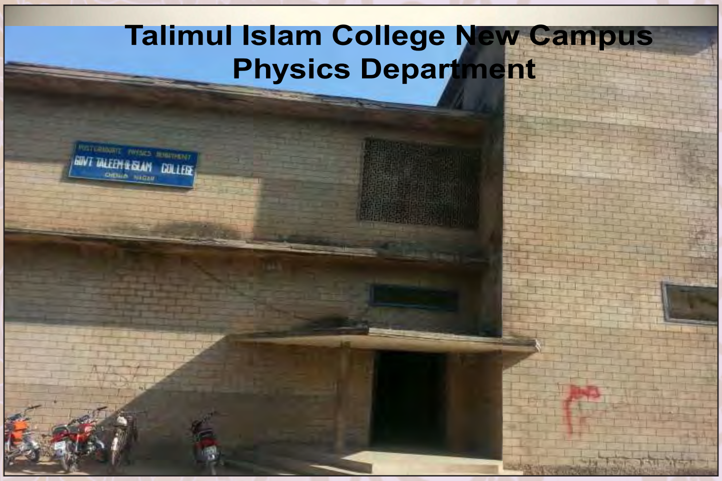
Talimul Islam College New Campus Physics Department

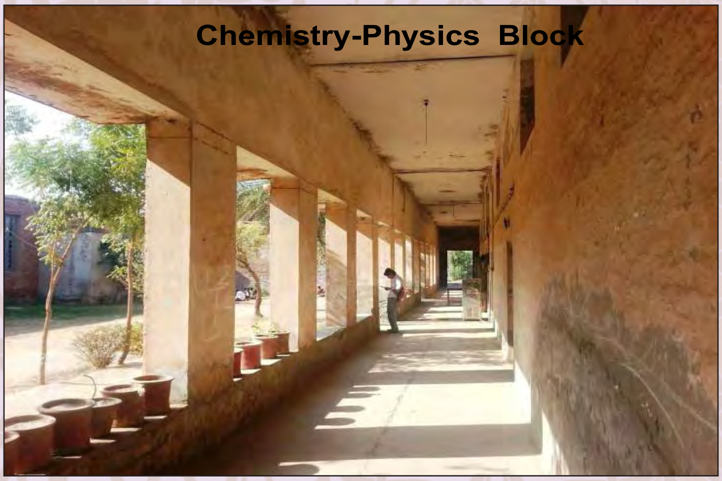
Chemistry-Physics Block

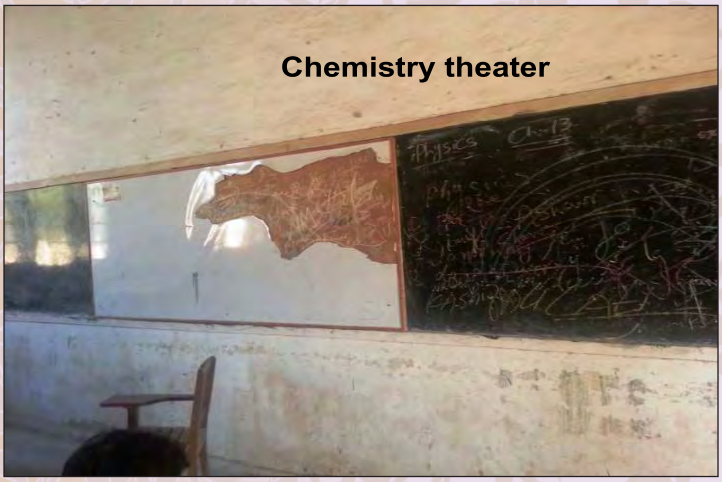
Chemistry theater

Physics theater

Main corridor

Biology block